بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاویلات اهل السنہ
یا
تفسیر ابی منصور ما تریدی

محمد صغیر حسن معصومی

(گذشته سے پیوسته)

غیرها وبالله التوفیق ،

والثانی انه فی الله اجر عن الله ان جعل بما فی خلق الثناء و هو ما ذکر فی خبر القسمة فصارت تقرأ بذلك الحق ، فلم یخلق لها حق القراءة ، بل الحق بما حق الدعاء والثبا ت و لیس ذلك من فرایض الصلاة ، و بالله التوفیق ،

والثالث ما روی عن عبد الله بن مسعود ان النبی صلی الله علیه

نیز فاتحہ القرآن میں ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں ، اور جس آیت سے ہمیں فرضیت کی معرفت حاصل ہوئی ہے وہ ان آیات کے بارے میں ہے جن کے بسہولت اختیار کرنے میں ہمیں اختیار عطا ہوا ہے ، تو یہ بات ثابت ہوئی کہ فرضیت سورۂ فاتحہ کے سوا آیات کی طرف راجع ہے ۔ و باللہ التوفیق ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت و امتثال امر میں اللہ ہی کی طرف سے اجر ملتا ہے ، یہ اس لئے کہ اللہ تعالی نے حمد و ثنا بیان کرنے میں اجر لازم قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہوا جس میں اللہ تعالی نے سورۂ فاتحہ کی آیات کی تقسیم کی ہے ، تو سورۂ فاتحہ کی قراءت اسی حق کی بنا پر لازم ہے ، اور اس کی قراءت

وسلم احیی لیلة بقوله: ان تعذبهم[1] فانهم عبادك الایة. فیه کان یقوم وفیه کان[2] یرکع وفیه یسجد وفیه یقعد، فثبت انه لاقراءة فی حق الله اذاً مع ما ایده الخبر الذی فیه: ”ان ارجع فصل فانك لم تصل الخ“، قال له وقت التعلیم اقرأ ما تیسر علیك، فثبت ان الفروض ذلك۔

و أیضا روی عن رسول الله صلی (ص ۵) الله علیه وسلم انه قال: لا صلاة الابفاتحة الکتاب،

ثم روی عنه بیان محلها ان کل صلاة لم یقرأ فیه بفاتحة الکتاب فهی خداج، نقصان غیر تمام،

حق قراءت کی بنا پر لازم نہیں ہے، بلکہ حق بات یہ ہے کہ اس کی قراءت کا حق ہر ایک کو اسی طرح حاصل ہے جس طرح ہر ایک کو دعا کرنے اور اپنے کو قایم رکھنے کا حق حاصل ہے، جو فرائض صلاۃ میں سے نہیں، و باللہ التوفیق۔

تیسری وجہ وہ حدیث ہے جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک پوری رات یہ کہنے میں گذار دی ”إن تعذبهم فانهم عبادك“، (اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دینا چاہتا ہے تو یہ سب تیرے ہی بندے ہیں)۔ یہی کہتے ہوئے آپ قیام کرتے تھے، یہی کہتے ہوئے رکوع میں جاتے، سجدے میں گرتے اور اسی حال میں بیٹھتے تھے۔ اس طرح اس حدیث سے ثابت ہے کہ حق اللہ میں قراءت نہیں، مزید برآں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں، ”لوٹ جاؤ اور نماز ادا کرو، کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ آپ نے نماز پڑھنے کی تعلیم دیتے وقت فرمایا، تمہارے لئے جو آسان کچھ آیتیں ہوں پڑھو، پس یہ بات ثابت ہے کہ فرض یہی امور ہیں،

---

[1] ۔ مخطوطہ میں یہ آیت اس طرح مرقوم ہے جو غلط ہے: ”ان تتب بهم فانه انهم“، الخ۔ نیز یہ حدیث مشکاۃ المصابیح (مجتبائی۔ دھلی ص ۱۰۷) میں حضرت ابو ذر سے اس طرح روایت کی گئی ہے: قال قام رسول الله حتی الصباح بآیة والایة: ان تعذبهم فانهم عبادك (المائدہ ۱۱۸)۔

[2] ۔ مخطوطة: کانت

والفاسد لا يوصف بالنقصان ، وانما الموصوف بمثله ما جاز مع النقصان ، وبالله التوفيق ۔

ثم خص فاتحة القرآن بالتامين بما سمى بالذى ذكره خبر القسمة ، وغير الفاتحة و ان كان فيه الدعاء ، فانه لم يخص بهذا الاسم ، لذلك لم يجهربه ، فالسبيل فيه ما ذكرنا فى التسمية مع ما كان هو اخلص بمعنى الدعاء منها ۔

ثم السنة فى جميع الدعوات المخافتة ، والاصل ان كل ذكر يشترك فيه الامام و القوم فسنته المخافتة الا لحاجة الاعلام و هذا يتلو قوله ''ولا الضالين،، فيزول معناه ، وسبيل مثله المخافتة مع ما جاء فيه مرفوعا ومتوارثا، و خبر الجهر يحتمل السبق كما كان يسمعهم فى صلاة النهار احيانا ، ويحتمل الاعلام انه كان يقرأ به وبالله التوفيق ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی مروی ہے (ص ٥) : آپ نے فرمایا : نماز مکمل نہیں ہوتی مگر فاتحۃ الکتاب سے ، پھر نماز کا مقام اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ، آپ نے فرمایا : جس نماز میں فاتحۃ الکتاب کی قراءت نہیں کی گئی وہ ناقص اور ناتمام ہے، (یعنی اس میں کمی رہ گئی) فاسد کی صفت نقصان کے ساتھ نہیں کی جاتی ہے، جس کی صفت نقصان ہو اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ یہ فعل جائز ہے البتہ اس میں کمی رہ گئی ، وباللہ التوفیق ۔

پھر اللہ تعالی نے فاتحۃ القرآن کے ساتھ آمین کہنے کو خاص کیا ہے، (مطلب یہ ہے کہ اے اللہ) قبول کرلے ان ساری باتوں کو جن کا نام بنام ذکر تقسیم والی حدیث میں آیا ہے ۔ سورہ فاتحہ کے سوا میں بھی دعا مذکور ہے ۔ مگر دوسری سورتوں میں اسمی تشخص مذکور نہیں اس لئے آمین زور سے نہیں کہا جاتا ، اور اس ترجیح کی وجہ وهی باتیں هیں جن کا ذکر تسمیه میں هو چکا ، نیز یه سورت دوسری سورتوں سے زیاده دعا کے معنی میں خاص و خالص ہے۔

ثم جمعت هذه خصالا من الخير، ثم كل خصلة منها تجمع جميع خصال الخير منها۔ ان فی الحرف الاول من قوله ''الحمد لله رب العالمين،، شكراً لجميع النعم وتوجيها لها الى الله لاشريك له ومدحا له باعلى ما يحتمل المدح وهو ما ذكرنا من عموم نعمه و الائه جميع بريته۔ ثم فيه الاقرار بوحدانيته فی انشاء البرية كلها، وتحقيق الربوبية له عليها بقوله ''رب العالمين،، ، وكل واحد منهما يجمع خصال خير الدارين و يوجب القائل به عن صدق القلب درك الدارين۔

ثم الوصف لله عز و جل بالاسمين يتعالى عن ان يكون لاحد معناهما حقيقة، او يجوز ان يكون منيه لاستحقاق بحق

علاوہ ازیں ساری دعاؤں میں سرگوشی سنت ہے، اصل یہ ہے کہ جس ذکر میں امام اور قوم شامل ہوں اس میں سرگوشی مسنون ہے، البتہ اعلان کی ضرورت ہو تو بآواز بلند کہنا جائز ہے، سورہ فاتحہ میں ''ولا الضالين،، کے بعد آمین کا مقام ہے، تو اعلان کا مفہوم بے معنی ہے، پس ایسی جگہ سرگوشی ہی طریقہ سنت ہے، پھر اس بارے میں مرفوع روایتیں ہیں اور صحابۂ کرام سے برابر اسی پر عمل ہوتا رہا ہے، البتہ بآواز بلند آمین کہنے کی خبر ممکن ہے ابتداء عہد میں ثابت ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن کی نماز میں مقتدیوں کو احیانا سناتے ہوں، اور اس بات کا احتمال بھی ہے کہ بآواز بلند آمین کہنے سے یہ مقصود ہو کہ سب کو خبر ہوجائے کہ یہ کہنا چاہئے، وباللہ التوفیق۔

نیز سورہ فاتحہ چند در چند خیر و برکات کی جامع ہے، اور ہر خیر و برکت اپنے اندر سارے خیر و سعادات کو سموئے ہوئے ہے۔ حرف اول یہ کہ اللہ تعالی کا قول '' الحمدللہ رب العالمین،، ساری نعمتوں کے لئے شکریہ ہے، نیز اللہ ہی کو ان ساری نعمتوں کا منبع بیان کرتا ہے، اس طرح کہ اس کا

الله والرحمن -

ثم الوصف له بالرحمة التی هی نجاة کل ناج و سعادة کل سعید و بها یتقی المهالك کلها مع ما من رحمته خلق الرحمة التی بها تعاطف بینهم و تراحمهم -

ثم الایمان بالقیامة بقوله تعالی مالك یوم الدین مع الوصف له بالمجد وحسن الثناء علیه -

ثم التوحید وما یلزم العباد من اخلاص العبادة له والصدق فیها مع جعل کل رفعة و شرف منالا به عز وجل -

ثم رفع جمیع الحوایج الیه والاستعانة به علی قضائها والظفر بها علی طمانینة القلب وسکونه ان لاخیبة عند معونته ولا زیغ عند عصمته -

ثم الاستهداء الی ما یرضیه

کوئی شریک نہیں اور سارے بزرگ ترین محامد کا سزاوار ہے، اور وہ مدح وحمد کا مستحق اس لئے ہے کہ اس کی ساری نعمتیں اور بخششیں اس کی ساری مخلوق کے لئے عام ہیں، پھر اس میں اس بات کا اقرار بھی ہے کہ اللہ ایک اور یکتا ہے اپنی ساری مخلوقات کے اولین بار پیدا کرنے میں، پھر رب العالمین اس بات کی تثبیت ہے کہ سارے عالم و مخلوقات کا پالنے والا وہی ہے، اور وہی رب و پالنہار ہے،نیز الحمدللہ اور رب العالمین ہر دو میں دونوں جہاں کی ساری خیروبرکتیں جمع ہیں، اور ہر دو کلمات صدق دل سے کہنے والے کو مجبور کرتے ہیں کہ دونوں جہاں کی سعادتوں کو حاصل کریں -

نیز اللہ تعالی کا وصف رحمن و رحیم کے ساتھ بیان کرنا اس بات سے ارفع واعلی ہے کہ ان دونوں اسماء کا معنے کسی اور کو حقیقت میں میسر ہوجائے ، نہ یہ جائز ہے کہ کوئی اللہ اور رحمن کے حق کے مستحق ہونے کی آرزو کر سکے -

نیز اس سورت کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت ایسی صفت ہے کہ ہر نجات پانے والے کے لئے نجات اور ہر نیک بخت

والعصمة عما يغويه في حادث الوقت على العلم بأنه لا ضلال لأحد مع هدايته في التحقيق، ولو جاءه الخوف من الله لأمن غيره، وعلى ذلك جميع معاملات العباد ومكاسبهم على الرجاء من الله تعالى ان يكون جعل ذلك سببا به يصل الى مقصوده ويظفر بمراده، ولا قوة الا بالله۔

قوله وإياك نستعين، فذلك طلب المعونة من الله على قضاء جميع حوايجه ديناً و دنيا، و يحتمل ان يكون هو على اثر الفزع الى الله بقوله اياك نعبد على طلب التوفيق لما امر به والعصمة عما حذره عنه۔

کے لئے سعادت ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سارے اسباب ہلاکت و بربادی سے بچتا ہے، ساتھ ہی اللہ تعالی کی وہ رحمت ہے جس کی وجہ سے اس نے اس رحمت کو پیدا کیا جس سے لوگوں کے آپس میں ہمدردی، غمخواری اور رحم و کرم کا وجود ہے۔

اس سورت کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ قیامت پر ایمان و عقیدے کا ثبوت اللہ ثعالی کے قول ''مالك يوم الدين (اللہ تعالی جزاء کے دن کا مالک ہے) سے راسخ ہوتا ہے، ساتھ ہی اللہ تعالی کی عظمت و شان اور اس کی مدح و ستایش کا بیان ہے۔

پھر یہ بھی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالی کی توحید کا اس میں بیان ہے، اور بندوں کے لئے اخلاص عمل اور اللہ کی خالص عبادت کو لازم و ضروری قرار دیا گیا ہے، عبادت میں خالص و صادق ہونے کے ساتھ سارے جاہ جلال، اور رفعت شان و شرافت اللہ بزرگ و برتر کی بخشش وعطا ہیں۔

پھر اس بات کا بیان ہے کہ ساری حاجتیں اللہ تعالی سے چاہی جائیں، اسی سے اعانت طلب کریں کہ وہ ساری حاجتوں کو پوری کرتا ہے، اور حاجت روائی کےساتھ قلب کو اطمینان و سکون بخشتا ہے، اللہ کی اعانت

و كذلك الامر البين فى الخلق من طلب التوفيق والمعونه من الله والعصمه عن المنهى عنه ، جرت به سنه الاخبار و الله الموفق ۔

ثم لا يصلح هذا على قول المعتزله لان تلك المعونه على اداء ماكلف قد اعطى اذ هو على قولهم لايجوز ان يكون مكلفا قد بين شئى بما فيه ادآء كل مكلف عند الله ، وطلب ما اعطى كتمان العطيه ، وكتمان العطيه كفران فيصير كأن الله أمر ان يكفر نعمه ويكتمها ويطلبها منه تمنياً وظن مثله بالله كفر ، ثم لايخلو من

حاصل هو تو نقصان و خسراں نہیں ، اور الله بچانے والا هو تو ضلالت و گمراهی نہیں۔

نیز الله هی سے ان امور کی طرف هدایت و رهنمائی چاهیں جن سے وه راضی رهتا هے اور الله ان چیزوں سے محفوظ رکھے جو وقت کے تجدد سے گمراهی کی طرف لے جاتی هیں ، که همیں یقین هے که در حقیقت الله کی رهنمائی کے ساتھ کسی شخص کے لئے گمراهی نہیں ، اور الله هی کی طرف سے اسے خوف آگھیرتا هے ، کسی دوسرے کی جانب سے نہیں ، اسی طرح بندوں کے سارے معاملات اور ان کے اسباب کسب اس امید پر موقوف هیں که الله تعالی ان کے لئے ایسے اسباب فراهم کردے که بنده اپنے مقصود کو پالے اور اپنی مراد پانے میں کامیاب هوجائے ۔ اور اس کامیابی کی قوت الله تعالی هی کی عطا کرده هے۔

آیت پاک وایاك نستعین کا مفهوم یه هے که دین و دنیا کی ساری حاجتوں کو پوری کرنے کی درخواست الله تعالی هی سے کرنی چاهئے ، اور اسی سے اعانت طلب کی جائے ۔ اس بات کا احتمال بھی هے که ''ایاك نعبد ،، کہنے کے بعد الله تعالی کے آگے جزع و فزع کرنے کے اثر کے طور پر ان باتوں کے کرنے

ان يكون عند الله ما يطلب فلم يعطه التمام اذاً ، او ليس عنده فهو هازئ به فى العرف مع ما كان الذى يطلب اما ان يكون لله ان لا يعطيه مع التكلف ، فيبطل قولهم اذ لا يجوز ان يكلف وعنده ما به الصلاح فى الدين ، فلا يعطى او ليس له ان لا يعطى فكأنه قال : اللهم لاتجز ، ومن هذا علمه بربه ، فالاسلام اولى به ، و هذا مع ما كان لا يدعو الله احد بالمعونة الا ويطمئن قلبه ، انه لا يذل عند المعونة ولا يزيغ عند (ص٦) العصمة ، وليس مثله بملك الله عند المعتزلة ، ولاقوة الا بالله ـ

کی توفیق الله تعالی سے چاهیں جن کے کرنے کا حکم اس نے دیا هے اور ان امور سے بچے هوئے رهنے کی درخواست کریں جن سے بچنے کی الله تعالی نے تنبیه کی هے۔

اسی طرح مخلوق کے حق میں یه کهلی بات هے که توفیق واعانت الله تعالی سے چاهیں ، اور منع کی هوئی چیزوں سے محفوظ رکھنے کی التجا بھی اسی سے کریں که اخبار و احادیث کی سنت اسی طرح جاری هے ، اور الله هی توفیق دینے والا هے۔

البته اهل اعتزال کے عقیدے کے مطابق یه درست نهیں ، کیونکه جس چیز کے لئے الله تعالی نے انسان کو مکلف بنایا هے ، اس کی ادائیگی کے لئے امدادی قوت انسان کو دی جاچکی هے ، غرض معتزله کے مذهب کے مطابق یه جائز نهیں که الله تعالی کسی کو مکلف بنائے ، کیونکه یه بیان کیا جاچکا که جس چیز سے هر مکلف اپنی تکلیف کو ادا کر سکتا هے الله تعالی کے پاس هے ، اور دی هوئی چیز کو مانگنا بخشش وعطیه کو چھپانا هے ، اور عطیهٔ الهی کو چھپانا کفران (نعمت) هے ، تو گویا تکلیف دے کر الله تعالی اس بات کا انسان کو حکم دیتا هے که اس کی نعمتوں کا انکار کرے اور ان کو چھپائے ، اور بطور آرزو ان کو

وقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال فی خبر القسمة الله یقول : هذا بینی وبین عبدی نصفین، وذلك یحتمل ان یکون کل حرف من ذلك بما فیها جمیعا و الفزع الی الله بالعبادة و الاستعانة و رفع الحاجة الیه ، و الجهار عناه جل و علا عنه فیتضمن ذلك الثناء علیه وطلب الحاجة الیه، و یحتمل ان یکون الحرف الاول لله بما فیه عبادته وتوحیده ۔

والثانی للعبد مما فیه طلب معونته وقضاء حاجته ویؤید ذلك بقیة السورة انه اخرج علی الدعاء فقال الله عزوجل هذا لعبدی ولعبدی ما سال ۔

الله تعالی سے طلب کرے، الله تعالی کے ساتھ ایسی بدگمانی کفر ہے، نیز اس امر سے خالی نہیں کہ یا تو الله تعالی کے پاس ساری مطلوب چیزیں ہیں جن کو وہ پوری طرح نہیں دیتا ، یا اس کے پاس ساری اشیا نہیں ، دوسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ عام طور پر گویا الله ٹھٹھا کرتا ہے ، ساتھ ہی یہ واضح ہے کہ شئی مطلوب الله کے پاس ہے مگر تکلیف دینے کے باوجود نہیں دیتا ہے، تو ان کا قول باطل ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ تکلیف دے اور ساتھ ہی اس کے پاس ایسی اشیاء ہوں جن سے دین کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ مگر وہ عطا نہیں کرتا ، یا اس کے لئے دینا جائز نہیں ،گویا کہ اس نے یہ کہا کہ اے الله عزوجل تو جزا نہ دے ، جس کو الله تعالی کا علم صرف اتنا ہی ہو تو اسلام اس کے لئے بہتر ہے، ساتھ ہی یہ حقیقت ہے کہ جب بھی کوئی شخص الله تعالی سے اعانت طلب کرتا ہے، اس کا قلب ضرور مطمئن ہوتا ہے۔ اعانت طلب کرتے وقت الله تعالی کسی کو ذلیل نہیں کرتا ، اور نہ برائیوں سے بچنے میں گمراہ کرتا ہے، معتزلہ کے قول کے مطابق الله تعالی کے ملک میں ایسی کوئی چیز نہیں اور نہ کسی میں

وقوله اهدنا : قال ابن عباس ارشدنا ، و الارشاد والهدايه واحد ، بل الهدايه فی حق التوفيق اقرب الی فهم الخلق من الارشاد بما هی اعم فی تعارفهم ۔

ثم القول بالهدايه يخرج علی وجوه ثلاثه :

احدها البيان ، ومعلوم ان البيان قد تقدم من الله لا احد يريد به ذلك لمضی مافيه البيان من كتاب وسنه ، والی هذا تذهب المعتزله ۔

و فی الثانی التوفيق له والعصمه عن زيغه و ذلك معنی قولهم اللهم اهدنا فيمن هديت ۔

وقوله اهدنا الصراط ، صراط الذين وصفهم الی آخر السورة ، ولو كان علی البيان علی ما قالت

اللہ کے بغیر کوئی قوت و سکت ہے ۔

تقسیم والی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، فرمایا : اللہ تعالی کہتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف ہے ۔

یہ بھی احتمال ہے کہ ہر حرف اپنے سارے برکات کو سموئے ہے، اور اللہ تعالی سے عبادت واستعانت نیز اس سے حاجت روائی کی درخواست کرتے وقت خشوع و خضوع ہو، اور ان کے زور سے پڑھنے کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس میں ثناء الہی ہے ، اور اللہ ہی سے حاجت روائی کی درخواست ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اولین حرف اللہ تعالی سے متعلق ہو، کیونکہ اس میں اس کی عبادت وتوحید کا ذکر ہے۔

دوسرا جملہ بندے کے لئے ہے جس میں اللہ سے اعانت کی طلب اور اپنی حاجتوں کی ادائیگی کی درخواست ہے، سورہ ھذا کا بقیہ حصہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ یہ سورہ بطور دعا نازل کی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: یہ میرے بندے کے لئے ہے، اور میرے بندے کے لئے ہر وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرتا ہے۔

المعتزلة فهو والمغضوب عليهم في ذلك سواء ، ثبت انه عاما قلنا دون ماذهبوا اليه ۔

والثالث ان يكون على طلب خلق الهداية لنا اذ نسب اليه من جهة الفعل ، و كل ما يفعل خلق ، كانه قال اخلق لنا هدايتنا وهو الاهتداء منا وبالله التوفيق ۔

ثم تاويل طلب الهداية ممن قد هداه الله يتوجه وجهين :

احدهما طلب الثبات على ما هداه الله ، وعلى هذا معنى زيادات الايمان انها بمعنى الثبات عليه وذلك كرجلين ينظران الى شئى فيرفع احدهما بصره عنه جائز القول بازدياد منظر الاخر ۔

و وجه آخر على ان في كل حال يخاف على المرء ضد الهدى

اهدنا کا مفہوم حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق ، '' ارشدنا،، ہے، ارشاد اور ہدایت ایک ہی معنے میں مستعمل ہیں (یعنی سیدھی راہ دکھا ہمکو) بلکہ ہدایت توفیق کے معاملے میں لوگوں کی سمجھ سے ارشاد کی نسبت زیادہ قریب ہے ، اس لئے کہ ہدایت لوگوں کے علم میں زیادہ عام ہے۔

نیز ہدایت کا استعمال تین معانی کے لئے ہوتا ہے:

۱ ۔ ہدایت بیان کے معنی میں ، یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے پیشتر ہی بیان فرما دیا ہے جس کا کوئی انسان ارادہ نہیں کر سکتا کہ کتاب و سنت کا بیان قبل گزر چکا ، یہی مفہوم معتزلہ کا اختیار کردہ ہے۔

۲ ۔ دوسرا مفہوم اللہ تعالی کی توفیق ہے کہ اپنے سے دور ہونے سے ہمیں بچائے یہی مقصد ہے لوگوں کے کہنے کا کہ اے اللہ ہمیں توفیق دے کہ تیری ہدایت پر رہیں ، اللہ تعالی کے قول ، اهدنا الصراط ، کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ان کے راستے پر اللہ تعالی ہمیں چلائے جن کا وصف آخر سورہ تک مذکور ہے ، معتزلہ کی رائے بیان کے معنے میں ہے ورنہ دونوں (انعام پانے والے اور مغضوب علیہم) برابر ہو جائینگے ، تو

فیهدیه مکانه ابداً فیکون له
حکم الاهتداء اذ فی کل وقت ایمان
منه دفع به ضده ، وعلی ذلك
قوله " یاایها الذین آمنوا آمنوا
بالله الایہ" ، ونحو ذلك من
الایات ۔

وقد یحتمل ایضا معنی الزیادة
هذا النوع ، وبالله التوفیق ۔

واما الصراط فهو الطریق
والسبیل فی جمیع التاویل ، وهو
قوله : وان هذا صراطی الایہ" ،
وقوله قل هذه سبیلی ، ثم اختلفوا
فی ماهیته ، فقال بعضهم هو
المراد ، و قال بعضهم هو الایمان ۔
و ایهما کان فهو القایم الذی

ثابت ہوا کہ ہم نے عام معنے میں کہا ہے اس معنے میں نہیں جو معتزلہ کی رائے ہے۔

۳ ۔ تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی سے درخواست کی جائے کہ ہمارے لئے ہدایت پیدا کرے، کیونکہ فعل کے لحاظ سے ہدایت دینا اللہ کی طرف منسوب ہے اور جو اللہ کرتا ہے وہ پیدا کردہ ہے، گویا سورۂ فاتحہ پڑھنے والا کہتا ہے اے اللہ ہمارے لئے ہماری ہدایت پیدا کر، یہی ہماری طرف سے ہدایت پانا ہے، اور اللہ سے توفیق ہوتی ہے۔

نیز طلب ہدایت کی تاویل ہدایت یافتہ لوگوں کے نزدیک دو طرح کی جاتی ہے ۔

۱ ۔ اول اللہ تعالی کی بخشی ہوئی ہدایت پر ثابت قدم رہنے کی درخواست ہے جس کے لحاظ سے ایمان میں زیادتی کا مفہوم واضح ہوتا ہے، کہ ایمان پر قائم رہنا ایمان پر مستزاد ہے، جیسے دو مرد ایک چیز کو دیکھتے ہیں، پھر ایک مرد اپنی نظر اس سے پھیر لیتا ہے اور دوسرا دیکھتا رہتا ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ دوسرے کو زیادہ منظر حاصل ہے۔

لا عوج له والقيم الذى لاخلاف فيه ، من لزمه وصل الى ما ذكر وبالله التوفيق ، ۔

وقوله: المستقيم ، قيل هو القايم بمعنى الثابت بالبراهين والأدلة لا يزيله شئى ولا ينقض حججه كيد الكايدين ولا جهل المريبين۔

وقيل المستقيم الذى يستقيم بمن يمسك به حتى ينجيه ويدخله الجنة ۔

و قيل المستقيم بمعنى ''يستقام به ،، كقوله : و النهار مبصرا ، اى يبصر به ۔ يدل عليه '' ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا ،، الاية ۔ فالمستقيم هو المتبع له وبالله التوفيق ۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ ہر حال میں یہ خوف ہے کہ انسان پر مبادا ہدایت کی ضد طاری ہوجائے ، پس جسے اللہ تعالی ہمیشہ ہدایت سے نوازتا ہے، تو اس کے لئے ہدایت پانے کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ ہر وقت کا ایمان ہدایت کی ضد کو دافع ہے، اسی طرح اللہ تعالی کے اس قول کا مفہوم ہے کہ ''اے ایمان والو ! اللہ پر ایمان لاؤ،، اور اس طرح کی بہت سی آیتیں ہیں ۔

کبھی زیادتی کے معنی کا احتمال بھی ایسی جگہ بصراحت مفہوم ہوتا ہے، اور اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔

بہرکیف صراط کا مفہوم ساری تاویل میں راستہ اورسبیل ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا قول ہے ''بیشک یہ میرا راستہ ہے،، الایہ ''اور یہ قول '' آپ فرما دیجیے، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہی میرا طریقہ ہے،،

البتہ طریق و سبیل کی ماہیت میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اس سے مراد راستہ ہی ہے، اور بعض کے نزدیک اسکا مفہوم ایمان ہے، جو معنے بھی ہو اس کا مفہوم یہی ہے کہ یہ راستہ ایسا سیدھا ہے جس میں کوئی کجی نہیں ، اور ایسا متعین راستہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ، جو بالالتزام اس طریق پر رہا منزل مذکور تک پہنچا ، ۔ اور اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے ۔

ثم ذكر من ذكر من المنعم عليهم والله على كل مؤمن نعم بالهدايه ، وما ذكر دليل على ان الصراط هو الدين ، لانه انعم به على جميع المؤمنين ، لكن تاويل من يرد الى الخصوص يتوجه وجهين :

احدهما انه انعم عليهم بمعرفه الكتب والبراهين ، فيكون على التاويل الثانى من القرآن والادله ، والثانى ان يكون لهم خصوص فى الدين قدموا على جميع المؤمنين ، كقول داؤد و سليمان الحمد لله الذى فضلنا على كثير من عباده المؤمنين ، وعلى هذا الوجه يكون "اهدنا" ۔

مستقیم کا مفہوم بعض لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ راستہ براہین وادلہ سے قایم وثابت ہے، کوئی چیز اسے زائل نہیں کر سکتی اور کسی مکار کی مکاری اور شک کرنے والے کی جہالت اس کی حجتوں کو توڑ نہیں سکتی ۔

بعض لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ مستقیم وہ راستہ ہے جو اپنے چلنے والوں کو سیدھا رکھتا ہے یہاں تک کہ انہیں نجات حاصل ہوتی ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں ۔

بعض دوسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ مستقیم اس کو کہتے ہیں جس سے استقامت حاصل ہو' جیسے اللہ تعالی کا قول " والنہار مبصرا " ہے' یعنی دن جس سے بصارت حاصل ہوتی ہے، دلیل میں ایک دوسری آیت پاک ہے، " بیشک جن لوگوں کا قول ہے ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ لوگ اس پر قائم رہے، الایہ" ، تو مستقیم اللہ کے متبع اور فرمانبردار ہوئے ۔ اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں اللہ تعالی نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ، اور اللہ تعالی کی ہدایت کی نعمتیں ہر ایماندار کے لئے ہیں ، اور جو کچھ مذکور ہوا اس بات پر دال ہے کہ صراط دین ہی ہے ، جس کی نعمت کے ساتھ اللہ تعالی نے سارے ایمان

و وجه آخر وهو المخصوص الذی خص فیه کثیرا من المؤمنین من بین غیرهم ، لکن الاستثناء[١] یدله علی صرف الارادة الی جملة المؤمنین اذ انصرف الی غیر المغضوب علیهم ولا الضالین۔

وقوله انعمت علیهم علی قول المعتزلة (ص ٧) لیس لله علی احد من المؤمنین نعمة لیست علی المغضوب علیهم ولا الضالین، اذلانعمة من الله علی احد الا الاصلح فی الدین والبیان للسبیل المرضی ، وتلك قد کانت علی جمیع الکفرة فیبطل علی قولهم الاستثناء ، والله الموفق ۔

---

١ المخطوطة :''الثناء، فی الموضعین

والوں کو (اپنے انعام واکرام سے) سر بلند بنایا ، لیکن جنہیں خصوصیت حاصل ہوئی ان کی تاویل دو طرح کی جاتی ہے:

اول یہ کہ لوگوں کو اللہ تعالی نے آسمانی کتابوں اور ادله وبراهین کی نعمتیں عطا کیں ، تو بتاویل ثانی قرآن وادله (اهل اسلام کے لئے نعمتیں شمار ہوئیں) ۔

ثانی یہ کہ ان لوگوں کو دین میں خصوصیت حاصل تھی کہ سارے ایمان والوں کے پیش رو بنائے گئے ، چنانچہ حضرت داؤد اور سلیمان علیهما السلام نے فرمایا : ''ساری ستایش اللہ ہی کو سزا وار ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی،، ، اسی وجہ کی بنا پر دعا ہے کہ '' اے اللہ ہمیں ہدایت دے ،، ۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ نعمت ایسی خصوصیت ہے جس کے ساتھ بہت سے ایمانداروں کو غیر ایمانداروں میں سے اللہ تعالی نے خاص کیا ، لیکن استثناء اس بات پر دال ہے کہ نعمت کا ارادہ سارے ایمان والوں کو حاوی ہے ، کہ اسے سارے ان لوگوں کی طرف پھیر دیا جن پر اللہ کا غضب نہ ہوا اور جو گمراہ نہ تھے ۔

انعمت علیهم ، (وہ لوگ جنہیں اللہ تعالی نے نعمت بخشی) کی تفسیر میں معتزله کے قول کے مطابق اللہ تعالی نے کسی ایمان

ثم اختلف في المغضوب عليهم ولا الضالين، منهم من قال هو واحد اذ كل ضال قد استحق الغضب عليه وكل مغضوب عليه استحق الوصف بالضلال۔

ومنهم من قال المغضوب عليهم هم اليهود وانما خصوا بهذا بما كان منهم من فضل تمرد عتو لم يكن ذلك من النصارى، بكر انكارهم بعيسى وقصدهم قتنه مما لم يكن ذلك من النصارى۔

ثم قولهم في الله ''يد الله مغلولة''، الآية (مائده: ٦٠٣) وقوله[1] ''لقد سمع الله قول الذين قالوا ان الله فقير''، الآية (آل عمران: ١٨١) وقوله[1] ''لتجدن

---

١ في المخطوطة: 'قولهم' في الموضعين،

والے کو ایسی کوئی نعمت عطا نہیں کی جس کو اس نے گمراہوں اور ان لوگوں کو جن پر اللہ غضبناک ہوا نہ دی ہو کیونکہ اللہ تعالی کی طرف سے کسی کو کوئی نعمت نہیں مل سکتی، کہ اللہ پر فرض ہے کہ ہر ایک کو دین کے بارے میں سب سے زیادہ صلاح رکھنے والے امور کو عطا کرے اور اپنے پسندیدہ راستے کو بیان کر دے، چنانچہ اللہ تعالی کی یہ بخششیں سارے کافروں کو بھی میسر ہیں، تو معتزلہ کے قول کے مطابق استثناء باطل ہے، اور (صلاح و ہدایت کی) توفیق اللہ تعالی ہی دیتا ہے۔

نیز ''مغضوب عیہم ولا الضالین''، کی تفسیر میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض یہ کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہیں، کیونکہ ہر گمراہ گمراہی کی وجہ سے اللہ کے غضب کا مستحق ہے، اور ہر مغضوب علیہ، ضلال کی صفت کا مستحق ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغضوب علیہم، یہود ہیں، اس صفت کے ساتھ اس لئے مخصوص کئے گئے کہ انہوں نے نافرمانی اور سرکشی میں اپنی مثال قائم کر دی، نصاری اتنے زیادہ تمرد و سرکشی کے مرتکب نہیں ہوئے، چنانچہ یہود عیسی علیہ السلام کے انکار پر مصر رہے، اور بار ہا عیسی علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا، نصاری کا یہ حال نہیں تھا۔

أشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود ،، (مائده : ۱۸۲) وكفرهم رسول الله بعد استقباحهم و شدة تعنتهم وظهور النفاق ، فاستحقوا بذلك اسم الغضب عليهم و إن كانوا شركاء غيرهم فی اسم الضلال ، و بالله التوفيق ۔

و فی هذا وجه آخر ان يحمل الذنوب على وجهين:

منها مايوجب الغضب وهو الكفر ۔

ومنها مايوجب اسم الضلال وهو ما دونه ۔ كقوله [1] ،، قال فعلتها اذا وانا من الضالين ،،

---

[1] المخطوطه: ،، موسی فعلها اذا ،، ۔ سورة الشعراء : ۲۰

نیز اللہ کے بارے میں ان یہودیوں کا یہ قول کہ ،، اللہ کا ھاتھ تنگ ھے ،، الایہ ، اسی طرح اللہ تعالی کا یہ قول ، ،، البتہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ھے ،، الایہ اور نیز اس کا قول، ،، البتہ آپ ضرور یہود کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخت دشمن ایمان والوں کا پائینگے ،، ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا سمجھنے ، سخت نافرمانی کرنے اور نفاق ظاھر کرنے کے بعد کافر قرار دیا، چنانچہ اسی لئے اللہ کے غضب کے مستحق اور گناہ گار ٹھہرے، اگرچہ گمراھی میں اپنے علاوہ دوسروں کے شریک کار بنے ۔ اللہ تعالی ھی سے توفیق ملتی ھے۔

علاوہ ازیں اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ گناھوں کے بوجھ دو طرح اٹھائے جاتے ھیں۔ گناھوں کی ایک قسم وہ ھےجو اللہ کے غضب کو مستوجب ھے اور وہ کفر ھے۔

دوسرا گناہ اس سے کم‌تر ھے اور صرف گمراھی کے نام کو مستوجب ھے ، چنانچہ اللہ تعالی کا قول ھے: تب موسی نے فرمایا کہ اس کو میں نے کیا ھے اور میں ضالین میں سے ھوں ،، ۔ اگرچہ اس سورہ میں وارد ھوا ھے کہ اصل نعمت کی طرف رھنمائی کی تمنا کریں اور ھر گمراھی نیز ان ساری باتوں سے ، جن سے اللہ تعالی کے غضب و نا خوشی

و ان ورد فيه الهدايه لاصلها من نعمه والتعوذ به من كل ضلال و من جميع ما يوجب مقته وغضبه و بالله النجاة والخلاص ، مع مافى خبر القسمه وعد جليل من رب العالمين فى اجابه العبد مما يدفع اليه من الحوائج اذا قال قسمت الصلاة بينى و بين عبدى نصفين ۔

ثم صير آخر السورة لعبده وليس فى متلوها سوى اظهار الفقر ورفع الحاجه و طلب المعونه و الاستهداء الى ما ذكر مع التعوذ عما ذكر ، وليس ذلك مما يوصف به العبد انه له ، فثبت ان له فى ذلك اجابه ربه فيما امره به ، و وعد ذلك وهو لا يخلف وعده ، فانى يحتمل ذلك بعد امره العبد بالذى تضمنه اول السورة ، فقام

میں اضافه هو ، الله تعالى سے پناه چاهیں ، اور الله تعالى هى كى توفيق سے نجات ملتى هے اور آفات سے خلاصى ، مزيد برآن تقسيم والى حديث میں الله رب العالمين كا عظيم وعده موجود هے كه وه بندے كى دعا كو قبول كرتا هے اور اس كى حاجت روائى كرتا هے ، چنانچه الله تعالى كا فرمان هے میں نے نماز كو اپنے اور بندے كے درمیان نصف نصف بانٹ دیا هے۔

نیز الله تعالى نے اس سوره كے آخرى ٹكڑے كو اپنے بندے كے لئے خاص كر دیا هے حالانكه اس كى تلاوت میں فقر كے اظهار ، رفع حاجت ، طلب معونت ، طلب هدایت كے ساتھ بعض مذكور اشیاء سے الله كى پناه ڈھونڈنے كے سوا كچھ نہیں هے ، نه اس میں اس بات كا بیان هے كه بنده كے اوصاف اسى كے لئے هیں ، هاں ، البته اس بات كا ضرور ثبوت موجود هے كه بنده ان ساری باتوں میں جن كا حكم الله تعالى نے دیا هے ، الله تعالى كا مطیع و فرمانبردار هے ، اور الله تعالى نے بندے كى دعا قبول كرنے كا وعده كیا هے ، اور الله تعالى اپنے وعدے كے خلاف كچھ نہیں كرتا ، پھر خلاف كا احتمال كیونكر هو جب الله تعالى اپنے بندے كو ان باتوں كا

به العبد مع لومه و جفائه ، و الله بكرمه و جوده لاينجز له ما وعد ، لا يكون هذا البتة ، وقد قال : ادعونى استجب لكم ، وغير ذلك مما فيه الانجاز ، وانه لا يخلف الميعاد ۔

ثم قد جعل بما جاء من الحديث فى تلاوة ان قدمه على التوريه والانجيل . و عدله بثلثى القرآن ، وجعله شفاء من انواع الادواء للدين و النفس و الدنيا وجعله معاذا من كل ضلال و ملجأ الى كل نعمه و بالله نستعين مع ما اوضح فى الاسماء التى لقب بها فاتحه القرآن ، عظيم موقعه وجليل قدره و هداه ، سماه فاتحه القرآن بما به يفتتح القرآن ،

وكذلك روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يفتتح القراءة به ، وسمى فاتحه الكتاب

حکم دے چکا جن کا ذکر شروع سورہ میں ہے، اور جن کو بندہ باوجود ملامت و جفا کے ادا کر چکا، تو اللہ تعالی اپنے کرم اور جود کے باوجود اپنا وعدہ پورا نہ کرے، یہ ہر گز نہیں ہوسکتا ۔ پھر خود اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کرونگا،، ' اور اسی طرح وہ آیات ہیں جن میں ایفاء وعدہ کا ذکر ہے، نیز وہ فرماتا ہے، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے۔

مع ھذا ایک حدیث کے مضمون کے مطابق جس کا تعلق تلاوت سے ہے، اللہ تعالی نے اس سورہ کو توریت و انجیل پر مقدم رکھا ہے، اور اس کی تلاوت کو قرآن پاک کے دوتہائیوں کی تلاوت کے برابر قرار دیا ہے، نیز دین ، نفس اور دنیا کے مختلف نوعیت کے امراض کے لئے شفاء ، ہر گمراہی سے بچنے کا ذریعہ اور ہر نعمت تک پہنچنے کا طریقہ بنایا ہے، اور اللہ تعالی ہی سے ہم اعانت و مدد چاہتے ہیں ، یہ اس پر مستزاد ہے جس کی وضاحت اللہ تعالی نے ان ناموں سے کر دی ہے جن کے ساتھ سورۃ فاتحہ القرآن مشہور و معروف ہے، جس کا درجہ عظیم ، جس کا رتبہ بڑا اور جس کی ھدایت بے مثال ہے۔

اللہ تعالی نے اس سورہ کا نام فاتحہ القرآن رکھا کہ اسی سورہ سے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی جاتی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی قراءت کی ابتدا

بما به يفتتح كتابة المصاحف والقرآن۔

وسمی ام القرآن لما يؤم غيره فی القراءة ، وقيل الأم بمعنی الاصل ، و هو ان لا يحتمل شئی مما فيه النسخ ولا الرفع فصار اصلاً۔

وسمی المثانی لما يثنی فی الركعات ولاقوة الا بالله۔

و فی قوله اهدنا الی آخره وجهان سوی ما ذكرنا ، اذ قوله اهدنا الصراط المستقيم دعاء كاف عما تضمن الی آخر السورة اذليس فيها غير تفسير هذه الجملة :

احدهما تذكير نعم الله علی الذين يقبلون دينه فی قلوبهم ، و التوفيق لهم بذلك و افضاله عليهم بما ليس لهم عليه ،

والثانی تعوذ هم عن كل زيغ ومقت و ذنب ، والتجاءهم اليه فی ذلك بقوله غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

انتهی تفسير الفاتحة

اسی سے کرتے تھے۔ اس کا نام فاتحۃ الکتاب اس وجہ سے ہے کہ قرآن حکیم کی کتابت اسی سے شروع کی جاتی ہے۔

اس کا نام ام القرآن اس لئے ہے کہ قراءت میں سب سے پہلے اس کی قراءت کی جاتی ہے، بعض لوگ فرماتے ہیں اصل کو ' ام ، کہتے ہیں کہ اس میں کسی نسخ و رفع کا احتمال و شائبہ تک نہیں، پس اصل ثابت ہے۔

اس سورہ کو مثانی بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ سورت نماز کی رکعتوں میں بار بار دھرائی جاتی ہے، ولاقوۃ الا باللہ۔

اللہ تعالی کے قول '' اھدنا تا آخر سورہ میں علاوہ ان امور کے جن کا ذکر گزر چکا دو مزید نکتے ہیں کیونکہ اللہ کا قول اھدنا الصراط المستقیم تا آخر سورہ ایک ایسی دعا ہے جو ما بعد کے آخر سورہ تک پورے مضمون کے لئے کافی ہے، کیونکہ اب آخر تک اس جملے کی تفسیر کے سوا کچھ اور نہیں۔

ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ کلام اللہ تعالی کی ان نعمتوں کی یاد دھانی کرتا ہے جو اللہ نے ان لوگوں کو عطا کیں، جنہوں نے اس کے دین کو اپنے دل سے قبول کیا ، اور اللہ تعالی کی طرف سے توفیق ہے کہ اس کو قبول کریں اور اس کا فضل ہے ان پر، حالانکہ اللہ پر یہ فضل واجب نہ تھا۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ لوگ اللہ سے ، پناہ مانگیں کہ کجروی نا خوشی و گمراہی سے بچے رہیں، اور ان کی یہ التجاء اللہ سے ، خود اس کے قول ''غیر المغضوب علیھم ولاالضالین،، سے ظاہر ہے۔